مولانا سعید احمد اکبر آبادی

علماء حق کی اصلاحی کوششیں

گذشتہ ایام زوال میں سب سے بڑی بات تو یہ تھی کہ اندرونی اور بیرونی طور پر خواہ حالت کیسی ہی خراب و خستہ ہو بہر حال مسلمانوں کی اپنی حکومت و سلطنت تھی۔ اس بنا پر اول تو جو فاسق و فاجر بادشاہ ہوتے تھے وہ بھی حرمات و شعائر اللہ کی توہین کی جرأت نہیں کر سکتے تھے اور چونکہ علماء حق کا گروہ ہر دور میں موجود رہا ہے۔ اس لئے وہ موقع و محل کے مناسب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فرض کو ادا کرنے سے غافل نہیں رہتے تھے اور اس طرح کسی نہ کسی حد تک صورت حالات کی اصلاح ہو جاتی تھی۔ خلیفہ ذاتی طور پر خواہ کیسا ہی مستبد ہو لیکن علماء حق کے سامنے اُسے بھی جھکنا پڑتا تھا۔ یہ تسلیم کرنا ناگزیر ہے کہ بعض خاص خاص مواقع پر علماء کے اس اثر نے حکومتوں میں انقلاب عظیم پیدا کر دیا ہے۔

اس نوع کے واقعات تذکرہ و تاریخ کی کتابوں میں بکثرت ملتے ہیں۔ ان میں سے چند واقعات کا ذکر بطور نمونہ مشتے از خروارے نامناسب اور بے محل نہ ہوگا۔ مشہور اموی خلیفہ سلیمان بن عبدالملک چاہتا تھا کہ اپنے بیٹے کو ولی عہد بنا دے لیکن اس زمانہ کے مشہور تابعی امام حضرت رجاء بن حیوہ کے مشورہ کے مطابق اس نے اپنی اس رائے سے رجوع کر کے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو اپنا جانشین مقرر کر دیا اور اپنی زندگی میں ہی ان کے لئے بیعت لے لی جس سے پھر ایک مرتبہ خلافت راشدہ کا منظر لوگوں کو نظر آ گیا ــــــ

حجاج کے نام اور اسکی سفاکی و بے رحمی سے کون واقف نہیں۔ ایک مرتبہ اس کے سامنے امام حسینؓ کا ذکر آیا تو بولا " وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریات میں داخل نہیں تھے۔ اس مجلس میں اتفاق سے مشہور تابعی عالم یحییٰ بن یعمر بھی موجود تھے۔ انہوں نے فرمایا۔ " تو جھوٹ بولتا ہے۔" حجاج نے کہا " اس کو یا تو قرآن سے ثابت کرو ورنہ میں گردن اڑا دوں گا۔" اب حضرت یحییٰ بن یعمر نے آیت ومن ذریته داود وسلیمان الآیہ پڑھی اور فرمایا کہ " جب اس آیت کے بموجب حضرت عیسیٰؑ ماں کے

رشتہ سے حضرت آدمؑ کی ذریت میں داخل ہیں تو امام حسینؓ ماں کے توسط سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریت میں کیوں داخل نہیں؟" حجاج بلا کا شعلہ مزاج تھا مگر اس وقت یحییٰ بن یعمر کی حق گوئی کا اس پر ایسا اثر ہوا کہ بولا "سچ کہتے ہو میں اس آیت کو پڑھتا تھا مگر کبھی ذہن ادھر منتقل نہیں ہوا۔ جنداً یہ استنباط تو بہت ہی عجیب و غریب ہے"

انہی کا ایک دوسرا واقعہ ہے۔ ایک دفعہ حجاج نے ان سے دریافت کیا "میں لحن یعنی اعراب میں غلطی تو نہیں کرتا؟" یحییٰ بن یعمر نے اس کا نہایت بلیغ جواب دیا، فرمایا "ترفع ما یخفض وتخفض ما یرفع" حجاج کے سوال کے مطابق اس جملہ کا ایک مطلب تو یہ تھا کہ تم کسرہ کی جگہ رفعہ اور رفعہ کی جگہ کسرہ پڑھ دیتے ہو مگر اس کا دوسرا مطلب یہ بھی نکلتا تھا کہ تو بڑا بے انصاف اور ظالم ہے جو پستی کے مستحق کو بلندی دیتا ہے۔ اور سربلندی کے مستحق کو ذلیل و خوار کرتا ہے ــــ ابن خلکان کا بیان ہے کہ حجاج اس حق گوئی پر اس درجہ مسرور ہوا کہ یحییٰ بن یعمر کو خراسان کا قاضی مقرر کر دیا۔

امام اوزاعی شام کے امام تھے۔ ایک مرتبہ خلیفہ عباسی سفاح کے چچا عبداللہ بن علی نے اُن سے دریافت کیا۔ ہم نے بنو امیہ کی جو خونریزی کی ہے۔ اس کی نسبت تمہارا کیا خیال ہے۔؟ امام اوزاعی نے پہلے تو ٹالنا چاہا مگر جب زیادہ اصرار ہوا تو انہوں نے صاف صاف فرمایا "بخدا ان لوگوں کا خون تم پر حرام تھا" عبداللہ بن علی انتہا درجہ تند مزاج اور درشت خو تھا۔ اس جواب کو سن کر غصہ کے مارے لال پیلا ہو گیا۔ بولا "تم نے ایسا کیونکر کہا" امام عالی مقام نے جواب دیا۔ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد حق بنیاد ہے" کسی مسلمان کا خون اس وقت تک جائز نہیں جب تک کہ تین صورتوں میں سے کوئی ایک صورت نہ پیش آئے۔ یا تو شادی شدہ ہو کر زنا کرے۔ یا قاتل ہو اور یا مرتد ہو جائے" اب عبداللہ بن علی نے پوچھا۔ "کیا ہماری حکومت دینی نہیں ہے۔؟ امام اوزاعی نے سوال کیا "یہ کیونکر؟" عبداللہ نے کہا "کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کے لئے وصیت نہیں کی تھی۔؟" امام نے فرمایا۔ "اگر وصیت کی ہوتی تو حضرت علیؓ کسی کو اپنی طرف سے حکم نہ بناتے" اس گفتگو کے بعد امام ہمام کو توقع کیا۔ بلکہ یقین تھا کہ ان کی گردن اڑا دی جائے گی، لیکن اس کے برعکس ہوا یہ کہ عبداللہ بن علی نے اگرچہ اس وقت بگڑ کر امام اوزاعی کو دربار سے نکلوا دیا مگر بعد میں ان کے پاس دنانیر کی ایک تھیلی بطور نذرانہ ارسال کی جس کو امام نے اسی وقت مستحقین میں تقسیم کر دیا۔

ایک مرتبہ خلیفہ ہارون رشید اور شہزادے امام مالکؒ کے حلقۂ درس میں گئے اور خلیفہ نے کہا کہ حدیث کی قرأت میں کروں گا۔ آپ سنئے، مگر شرط یہ ہے کہ عام سامعین کو اپنے حلقہ سے باہر کر دیجئے۔

امام مالکؒ نے فرمایا۔ "اگر خواص کی خاطر عوام کو محروم کر دیا جائے گا۔ تو پھر خواص کو بھی کوئی فائدہ نہ ہوگا"۔ یہ جواب دیکر اپنے ایک شاگرد کو حکم دیا کہ حدیث کی قراءت شروع کریں انہوں نے فوراً حکم کی تعمیل کی اور خلیفہ کو خاموش ہو جانا پڑا۔

واقعات بیشمار ہیں، تذکرہ و تاریخ کی کتابوں میں جا بجا ان کا ذکر ہے۔ کہاں تک انہیں بیان کیا جا سکتا ہے، غرض یہ ہے کہ یہی علماء حق تھے جو موقع بموقع امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فرض ادا کر کے خلفاء وقت کو ان کی بے اعتدالیوں اور غلطیوں پر متنبہ کرتے رہتے تھے۔ اور اس طرح استبدادی نظام حکومت کے مفاسد کو زیادہ وسیع ہونے سے روکنے کی کوشش کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ عباسی خلیفہ ہادی نے وفات سے پہلے چاہا کہ اپنے بیٹے کو اپنا قائم مقام بنا کر، اپنے بھائی ہارون رشید کو خلافت سے محروم کر دے۔ اس مقصد کے لئے اس نے ایک مجلس طلب کی جس میں ہرثمہ بن اعین بھی تشریف رکھتے تھے۔ جب اصل معاملہ پیش ہوا تو سب حاضرین خلیفہ کا رجحان خاطر دیکھ کر خاموش تھے مگر ہرثمہ بن اعین نے کہا "اے خلیفہ تیرا یہ اقدام صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ تیرے باپ نے تجھے اور ہارون رشید دونوں ہی کو ولی عہد بنایا تھا۔ پھر اب اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ تو جو اس وقت اپنے بیٹے کے لئے بیعت لے رہا ہے۔ وہ زیادہ قوی ثابت ہوگی بہ نسبت اس بیعت کے جو تیرے باپ نے ہارون کے لئے لی تھی۔ جو شخص پہلی بیعت کو توڑ سکتا ہے، وہ دوسری بیعت کو بھی توڑ سکتا ہے"۔ حالانکہ معاملہ بیٹے کا تھا۔ لیکن خلیفہ ہادی ہرثمہ کی حق گوئی سے بددل نہیں ہوا۔ اور اس نے حاضرین کو مخاطب کر کے کہا "تم سب کا برا ہو تم نے مجھ کو دھوکا میں رکھا۔ صرف میرے آقا (ہرثمہ) ہیں جنہوں نے میری خیر خواہی کا حق ادا کر دیا" اب خیال فرمائیے! ہرثمہ نے اس وقت غیر معمولی جرأت سے کام لے کر امت کو کتنے بڑے فتنہ سے بچا لیا۔

مامون رشید اور قاضی یحییٰ بن اکثم کے واقعات مشہور ہیں۔ ایک مرتبہ مامون نے فرمان لکھوایا کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان پر لعنت بھیجی جائے" لیکن قاضی صاحب کی بروقت مداخلت سے مامون کو یہ فرمان واپس لینا پڑا۔ اسی طرح ایک دفعہ مامون پر شیعیت کا غلبہ ہوا تو اس نے نکاح متعہ کے جواز کا حکم دے دیا۔ قاضی صاحب کو اس کی خبر ہوئی، دوڑے ہوئے آئے۔ اور مامون کو سمجھایا کہ قرآنی نص کے مطابق نکاح متعہ اور زنا ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ مامون نے اپنی غلطی تسلیم کر لی اور فوراً متعہ کی حرمت کا اعلان کرا دیا۔

صرف بنو امیہ اور بنو عباس کے درباروں کی ہی یہ خصوصیت نہیں ہے۔ بلکہ جس جس ملک میں جب تک مسلمانوں کی حکومت رہی کم و بیش ایسے علماء حق کا وجود برابر رہا ہے۔ جو حکومت کی بے اعتدالیوں

کی پردہ دری کر کے امر حق کا اعلان کرتے رہتے تھے۔ اور ملک کو فتنوں سے بچانے کی کوشش کرتے تھے۔ مصر کا مشہور فرمانروا رکن الدین بیبرس بڑے جاہ و جلال کا بادشاہ تھا۔ ایک مرتبہ اس نے جہاد کے لئے مسلمانوں سے مقررہ رقم کے علاوہ کچھ مزید رقم جمع کرنی چاہی، صحیح مسلم کے مشہور شارح علامہ نووی نے اس کی مخالفت کی اور سلطان سے کہا۔ "مجھ کو معلوم ہے۔ تو امیر بندقدار کا زرخرید غلام تھا۔ اور ایک جبہ کا بھی مالک نہیں تھا۔ اب اللہ نے تجھ کو سلطنت دیدی ہے۔ اور تو نے ہزاروں غلام خرید ڈالے ہیں جن کے تمام سامان طلائی ہیں۔ نیز تیرے محل میں سو کنیزیں ہیں جو زر و جواہر سے لدی ہوئی ہیں۔ جب تک مجھ کو یہ معلوم نہ ہو جائے، کہ یہ سب قیمتی چیزیں تو نے جہاد کے اخراجات کے لئے اپنے غلاموں اور باندیوں سے لے لی ہیں اس وقت تک میں غریب مسلمانوں کے مال سے لینے کا فتویٰ تیرے حق میں نہیں لکھ سکتا۔" بیبرس علامہ کی اس حق گوئی سے ناراض ہو گیا۔ اور ان کو شہر بدر کر دیا۔ بعد میں اس کو اپنی غلطی پر تنبہ ہوا تو اس نے یہ حکم منسوخ کر کے علامہ کو پھر دمشق میں آنے اور رہنے کی اجازت دیدی۔ مگر اقلیم علم کے سلطان بے دیہیم و کلاہ کی بے نیازی کا یہ عالم تھا کہ فرمایا "جب تک بیبرس موجود ہے میں نہیں آؤں گا۔" اس واقعہ کے ایک ماہ بعد ہی بیبرس کی وفات ہو گئی۔

عباسی خلیفہ مصر مستکفی باللہ کے عہد میں ذمی رعایا نے ایک درخواست دی کہ ذمی ہونے کی حیثیت سے ہم پر جو بندشیں لگی ہوئی ہیں وہ اٹھائی جائیں اور اس کے عوض ہم سات لاکھ دینار سالانہ ادا کرتے رہیں گے، وزیر اور خلیفہ دونوں کا رجحان تھا کہ اس درخواست کو قبول کریں، لیکن علامہ ابن تیمیہ نے اس میں مداخلت کر کے فرمایا "شریعت اسلام کے احکام کسی قیمت پر بھی فروخت نہیں ہو سکتے۔" خلیفہ کو مجبوراً امام کے فتوے کے سامنے سر تسلیم خم کرنا پڑا۔ اور اس نے ذمیوں کی درخواست مسترد کر دی۔

سلطنت آل عثمان کے مشہور فرمانروا سلیم اول نے ایک مرتبہ اپنی سلطنت کے مفتی اعظم شیخ جمالی سے دریافت کیا۔ "ملکوں کا فتح کرنا بہتر ہے یا قوموں کا مسلمان بنانا" شیخ نے کہا۔ "قوموں کا مسلمان بنانا" سلطان نے یہ سن کر اعلان کرا دیا کہ میری مملکت میں جو شخص مسلمان نہیں ہو گا قتل کر دیا جائے گا" اب مفتی اعظم کو اس اعلان کی خبر ہوئی تو فوراً سلطان کی خدمت میں پہنچے اور بتایا کہ آپ کا یہ حکم قرآن کے خلاف ہے۔ غیر مسلموں سے جزیہ لیکر ان کو مذہب کے معاملہ میں آزاد چھوڑ دینا چاہئے۔ مفتی اعظم شیخ جمالی کی اس تصریح کے بعد سلطان نے اپنا حکم واپس لے لیا۔ اور مسلمان ایک عظیم گناہ سے بچ گئے۔

علامہ عزالدین بن عبدالسلام ساتویں صدی ہجری کے نامور علماء میں سے ہیں۔ ان کو جب تحقیق سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ ممالیک بحریہ سلطان مصر کے زرخرید غلام ہیں۔ اور آزاد کردہ نہیں ہیں تو انہوں

نے اعلانِ عام کرا دیا کہ ان غلاموں کے تمام تصرفات خود مختارانہ ناجائز ہیں۔ آپ نے ان غلاموں کو حکم دیا کہ میں تم کو فروخت کروں گا۔ علامہ کے احباب نے بہت کہا کہ آپ کا یہ اقدام خطرہ سے خالی نہیں ہے۔ مگر وہ نہ مانے۔ آخر کار مصر کا نائب السلطنت جو غلام تھا، چند مددگاروں کی جماعت کو ہمراہ لے کر علامہ کو قتل کرنے کے ارادہ سے روانہ ہوا۔ مکان پر پہنچ کر آواز دی۔ علامہ باہر آئے تو ان کی صورت دیکھتے ہی نائب سلطنت کانپ اٹھا اور رو کر بولا۔ مولانا! آپ کیا کرنا چاہتے ہیں۔؟ فرمایا: میں تم لوگوں کو فروخت کروں گا۔ کیونکہ تم بیت المال کی ملکیت ہو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا۔

سلطان سنجر امام غزالیؒ کے اشاروں پر چلتا تھا، شہاب الدین غوری۔ امام فخر الدین رازی کا بڑا معتقد تھا۔ حاجی الدبیر نے تاریخ ظفر الوالہ بمظفر وآلہ میں ایک تفصیلی واقعہ لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام رازی نے غوری کے بعض عقائد غیر صحیحہ کی اصلاح کی تھی پھر صرف یہی نہیں کہ علماء حق کبھی کبھار خلفاء کو ان کے اعمال و افعال پر ٹوکتے رہتے ہوں۔ بلکہ انہوں نے مستقلاً کتابیں اور دساتیر لکھے تاکہ خلفاء اور سلاطین ان پر عمل پیرا ہوں جیسا کہ قاضی ابو یوسف نے ہارون رشید کے لئے کتاب الخراج لکھی۔ اسی طرح کا ایک دستور سیاسی ابن المقفع نے لکھا تھا۔ امام ابو عبیدہ القاسم بن سلام المتوفی ۲۲۴ھ کی مشہور ضخیم کتاب "کتاب الاموال" اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ چنانچہ اس کے پہلے باب میں ہی امام نے بادشاہ اور رعایا کے باہمی حقوق سے بحث کی ہے۔ امام مالک کا بھی ایک رسالہ مشہور ہے جو انہوں نے خلیفہ ہارون رشید کے نام لکھا تھا۔ اور جس میں انہوں نے خلیفہ کو متعدد نصیحتیں کی ہیں۔

خلفاء اور وزراء و امراء کی اصلاح کے علاوہ خارجی اثرات کے ماتحت ملک میں جو عقیدہ و عمل کی خرابیاں پیدا ہوئی تھیں علماء حق ان کا بھی مردانہ وار مقابلہ کرتے تھے۔ چنانچہ جب بغداد میں فسق و فجور عام ہونے لگا تو خالد الدرویش نے اس کی روک تھام کے لئے ایک جماعت بنائی۔ اسی طرح کی ایک جماعت سہل بن سلامۃ الانصاری نے بنا رکھی تھی۔ دونوں کا مقصد یہ تھا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذریعہ ان تمام عناصر فاسدہ کا استیصال کیا جائے جو مسلمانوں میں بدعملی کے پیدا ہونے کا سبب ہو رہے ہیں۔ پھر حنابلہ نے فرق باطلہ کا مقابلہ جس اولو العزمی اور ہمت و عالی حوصلگی سے کیا ہے۔ ارباب خبر و نظر پر پوشیدہ نہیں۔ اس راہ میں ان علماء کو قید و بند کے مصائب سے بھی دوچار ہونا پڑتا تھا۔ جیسا کہ امام مالک امام احمد بن حنبل اور امام ابو حنیفہؒ وغیرہ ائمہ کبار کے ساتھ ہوا۔ لیکن پھر بھی ان کی صدائے حق پست نہیں ہوتی تھی۔ اور نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ چونکہ حکومت بہرحال اسلامی تھی اس لئے جلد یا بدیر اس آواز کا اثر ہوتا تھا۔ اور مفاسد کی اصلاح کسی نہ کسی شکل میں ہو جاتی تھی۔ مامون رشید طبعاً وسیع المشرب اور ضرورت سے

باقی ص۴۲ پر